باسمہ تعالیٰ
تِبۡیَانًا لِكُلِّ شَیۡءٍ (نحل/۸۹)
تبیان
جلد(۱) شمارہ(۱۱)
ربیع الاول ۱۴۳۹ھ
ڈسمبر ۲۰۱۷ء

ولادت باسعادت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام جعفر صادقؑ مبارک

سب سے عظیم نعمت کی قدردانی

اللہ تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نعمتِ عظمیٰ عالمین کو عطا نہیں فرمائی۔ لہٰذا اس نعمت کا ادب یہ ہے کہ اہل ایمان جب بھی بارگاہ خداوندی میں شکر بجالائیں تو اس عظیم نعمت پر بھی شکر بجالائیں کہ پروردگارا! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نبی عطا فرمایا جو رحمتوں کا منبع ہے اور جس کے وجود سے رحمتیں پھوٹتی ہیں، تیرا شکر کہ تو نے ہمیں آل محمدؑ جیسا قرآنی خاندان اور قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی۔

اگرچہ ہم اس نبی کی رحمتوں کے قدردان نہیں ہیں بلکہ اس سے آشنا بھی نہیں ہیں کہ وجودِ مبارک پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے ہمیں کون کون سی نعمتیں عطا ہوئی ہیں۔ ہم نعمتوں کے بارے میں بہت سادہ واقع ہوئے ہیں اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں لیکن اصلی نعمتوں کو نعمتوں کے زمرے میں ہی شمار نہیں کرتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اچھے کپڑے، اچھا گھر، اچھی گاڑی، اچھی صحت، اچھی دولت یا اچھی اولاد مل جائے تو یہ نعمت ہے اگرچہ اس میں شک نہیں ہے کہ یہ ساری خدا کی دی ہوئی نعمتیں ہیں لیکن نسبتاً چھوٹی نعمتیں ہیں۔

دعاؤں میں نعمتوں کی قدردانی

امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ انسان اپنی ہمت سے پہچانا جاتا ہے۔

قَدۡرُ الرَّجل علی قدر همته (نہج البلاغہ، کلماتِ قصار، ۴۷)

انسان کی جتنی ہمت ہو اتنی ہی اس کی قدر و قیمت ہے

جو جتنا بلند ہمت ہوگا اتنا ہی بڑا انسان ہوگا اور جتنا کم ہمت ہوگا اتنا ہی چھوٹا ہوگا۔ ہمت یعنی عزم و ارادہ۔ عزم و ارادہ کا اندازہ دعاؤں کے ذریعہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انسان اللہ سے مانگتا کیا ہے۔ اسی لئے ہمیں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ اگر تم بڑا انسان بننا چاہتے ہو تو بڑے انسانوں کی دعائیں خدا کی بارگاہ میں پیش کرو۔ لہٰذا آپ بارگاہِ خدا میں ائمہ معصومینؑ سے منقول دعائیں مثلاً دعائے کمیلؒ، دعائے ابوحمزہ ثمالی، اور دعائے مبارک عرفہ پیش کریں جو بہت عظیم اور جلیل القدر دعا ہے، عموماً رواج یہ ہے کہ مومنین اسے ذی الحجہ کی نو تاریخ کو پڑھتے ہیں لیکن اسے سال میں ایک دن پڑھنا کافی نہیں ہے بلکہ جب بھی فرصت ہو اس دعا کو ترجمہ کے ساتھ پڑھیں تاکہ ہمیں پتہ چلے کہ نعمتیں ہوتی کیا ہیں؟ اور نعمتوں کی قدردانی کیا ہوتی ہے؟ سید الشہداؑ بارگاہِ خداوند تبارک وتعالیٰ میں عرض کرتے ہیں کہ

''اے پروردگار! تو نے اپنی مہربانی، لطف اور احسان فرماتے ہوئے مجھے کافر بادشاہوں کے دورِ حکومت میں پیدا نہیں کیا جنہوں نے اپنے عہد و پیمان کو توڑا اور تیرے رسولوں کو جھٹلایا، بلکہ تو نے مجھے اس زمانے میں پیدا کیا کہ پہلے ہی سے ہدایت میرے لئے میسر کردی تھی اور اس میں میری نشونما کی......

اے پروردگار! تیری ان نعمتوں کا شکر جو تو نے مجھے میری ولادت سے پہلے عطا فرمائیں، اور وہ کیا نعمتیں تھیں؟ فرمایا کہ اس سرزمین پر جہاں حسینؑ ابن علیؑ کو دنیا میں آنا تھا پہلے تو نے اپنا نبیؐ مبعوث فرمایا، اس نبیؐ نے آکر اس سرزمین کو کفر و شرک سے پاک کیا، وہاں حکومتِ اسلامی کا پرچم لہرایا اور تیرے نظام کی حکومت چلی پھر تیرے رسولؐ کی حکومت کے سائے میں حسینؑ ابن علیؑ کی ولادت ہوئی۔ یہ وہ نعمت ہے جو عام لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتی۔ آج کل کوشش یہ ہوتی ہے کہ شادی کے بعد ویزہ حاصل کیا جائے تاکہ بچہ امریکہ و یورپ میں پیدا ہو اور اسے وہاں کی شہریت

nationality مل جائے یعنی ایک اسلامی سرزمین سے اٹھا کر کفر کی سرزمین میں لے جانے کو اپنے لئے نعمت سمجھتے ہیں، جبکہ حسینؑ ابن علیؑ کیا فرماتے ہیں؟ کہ اے پروردگار! تو میری ولادت کو تاخیر میں ڈالتا رہا کیونکہ ابھی وہ زمین اس قابل نہیں بنی تھی کہ جہاں حسینؑ دنیا میں آسکے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں اس زمین کو آمادہ کیا تو حسینؑ کی ولادت ہوئی۔ یہ سب رسولؐ کے وجود کی نعمتیں ہیں اور ہمیں صرف توجہ کی ضرورت ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ پروردگارا! مخلوق کے لئے تیری رحمت کا سب سے بڑا ذریعہ اس دنیا سے اٹھ گیا ہے۔

اسی طرح امام زمانہؑ سے منقول دعائے افتتاح جو ماہ رمضان میں پڑھتے ہیں اس دعا کے آخر میں ہے کہ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَشۡكُوۡ اِلَيۡکَ فَقۡدَ نَبِيِّنَا وَ غَيۡبَةَ وَلِيِّنَا (اقبال الاعمال)

اے پروردگار ہم تیری بارگاہ میں شکوہ کرتے ہیں کہ آج تیرا بھیجا ہوا نبیؐ ہمارے درمیان نہیں ہے اور اے پروردگار ہم تیری بارگاہ میں شکوہ کرتے ہیں کہ ہمارے امام، مولا اور تیرے ولی غائب ہیں اور ہماری دسترس سے باہر ہیں۔

اللہ نے وجودِ مبارک پیغمبر اکرمؐ کے ذریعہ سب کو بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں چاہے جو نہیں نہ بھی مانتا ہو چونکہ اللہ کا یہی قانون ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جو خدا کو مانتا ہے اسے رزق دیتا ہے اور جو نہیں مانتا اسے رزق نہیں دیتا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ جب تم نعمتوں کا شکر کروگے تو میں اُن سے یہ شکر قبول بھی کروں گا۔

شکر سے مراد

عموماً ہم عادتاً زبان سے نعمتوں کا شکر ادا کردیتے ہیں، مثلاً کھانا کھانے کے بعد بعض لوگ تکیہ کلام کے طور پر کہہ دیتے ہیں کہ خدایا تیرا شکر ہے لیکن معنی کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے کہ ہم کہہ کیا رہے ہیں؟ دراصل شکر عمل کا نام ہے اور یہ جو زبان سے شکر اَللہ کہتے ہیں یہ اظہار شکر ہے خود شکر نہیں ہے جیسے اگر کسی کے پاس علم ہو اور وہ اس علم کا زبان سے اظہار کرے تو یہ علم نہیں ہوتا بلکہ علم کا اظہار ہوتا ہے یا اگر کسی کے پاس مال و دولت ہو اور وہ مال و دولت کا زبان سے اظہار کرے تو اظہارِ مال

ہے جبکہ خود مال کوئی اور چیز ہے۔ اسی طرح شکر الگ چیز ہے اور شکر کا اظہار الگ چیز ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ شاکر بنے اور اس شکر کا بارگاہِ خدا میں اور دوسروں کے سامنے اظہار بھی کرے تاکہ شاکرین میں سے شمار ہو۔ انسان کا شمار شاکرین میں اس وقت ہوتا ہے یا شکر نعت اس چیز کا نام ہے کہ خدا نے جس مقصد کے لئے نعمت عطا فرمائی ہے اسے اسی مقصد میں بروئے کار لایا جائے۔

ورنہ اگر انسان کے پاس وہ چیز موجود ہو لیکن اسے اس مقصد کے لئے کام میں نہ لایا جائے تو اسے شکر نہیں کہتے مثلاً عینک ایک نعمت ہے اور اگر کوئی کسی کو عینک دے اور یہ اس عینک کو سنبھال کر گھر میں رکھ دے تو یہ شکر ادا کردیا ہے؟ کیونکہ یہ عینک اس وقت نعمت ہے کہ جب انسان اسے لگا کر دیکھے چونکہ یہ دیکھنے کے لئے وسیلہ ہے۔ اسی طرح اگر خداوند تبارک وتعالیٰ نے کسی کو مال دیا ہے تو مال کا شکر یہ نہیں ہے کہ اسے بینک میں رکھ دے یا ڈولے میں ڈال کر زمین میں دبا دے بلکہ مال کا شکر یہ ہے کہ اسے عیاشی اور اسراف کے بجائے راہِ خدا میں انفاق کرے۔ اگر انسان مال ذخیرہ کرلے اور بروئے کار نہ لائے تو یہ شکرِ نعمت نہیں ہے۔ جوانی طاقت و ولولہ کا زمانہ ہے اور شکرِ جوانی یہ ہے کہ اس طاقت کو اسی مقصد کے کام میں لائے جس مقصد کے لئے خدا نے یہ نعمت عطا کی ہے۔ اگر کوئی جوانی کو صرف بلے مارنے اور اوٹ پٹانگ کاموں میں ضائع کردے تو یہ شکرِ جوانی نہیں بلکہ کفرِ جوانی ہے۔ علم کا شکر یہ ہے کہ انسان علم کو عمل میں ڈھالے اور اس علم کو دوسروں تک پہنچائے ورنہ علم کو اپنے سینے میں محفوظ کرکے نہ خود اس پر عمل کرے اور نہ دوسروں تک پہنچائے تو یہ کفرانِ علم ہے۔

نعمت رسولؐ کی معرفت اور طریقۂ شکر

خداوند تبارک وتعالیٰ نے ہمیں وجودِ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں رحمتِ عظیمہ و نعمتِ عظمیٰ عطا فرمائی ہے۔ اس نعمت کا ایک شکر تو یہ ہے کہ ہم زبان سے کہیں کہ پروردگارا! تیرا شکر ہے کہ تو نے رسولؐ جیسی نعمت ہمیں عطا فرمائی اور اس مقدس ہستی کے طفیل میں مزید لاکھوں نعمتیں عطا فرمائی ہیں لیکن اہم یہ ہے کہ اب اس کو شکرِ عملی کرنا ہے۔ شکر نعمت کسی چیز کو اس کے مقصد کے لئے کام میں لانے کو کہتے ہیں لہٰذا پہلے ہمیں اس نعمت کا مقصد معلوم ہونا چاہیے کہ خدا نے یہ نعمت ہمارے درمیان کس لئے بھیجی ہے؟ زمین، آسمان، نور، ہوائیں، آکسیجن، پانی اور

رزق نعمتیں ہیں اور ہمیں ان نعمتوں کو کام میں لانا ہے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہمیں نعمتوں کا مقصدِ خلقت معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید پیغمبر اکرمؐ اور دیگر انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد بیان فرما رہا ہے کہ ہم نے یہ انبیاءؑ کس مقصد کے لئے بھیجے تھے؟ قرآن کا ارشاد ہے:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَائَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ..... (بقرہ/۲۱۳)

(فطری اعتبار سے) سارے انسان ایک امت تھے (ان میں اختلاف رونما ہوا) تو اللہ نے انبیاءؑ کو مبشرین و منذرین بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ برحق کتاب نازل کی تاکہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کریں اور اصل اختلاف صرف بغاوت و تعدی کی بناء پر انہی لوگوں نے کیا جنہیں کتاب دی گئی تھی حالانکہ ان کے پاس صریح نشانیاں آچکی تھیں......

لوگوں کے درمیان فطری طور پر وحدت تھی لیکن بعد میں تفرقہ پڑ گیا اور یہ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ یہ لوگ قوموں، قبیلوں، طبقوں، دھڑوں، گروہوں، ٹولیوں، رنگوں، نسلوں، نژادوں، علاقوں، مناسبتوں، جاگیروں، پیشوں، عقیدوں، اور اسی طرح حسب و نسب اور مال و منال کی وجہ سے تقسیم در تقسیم ہوتے چلے گئے تا اینکہ اس تقسی اور تفرقہ نے انہیں ہلاکت تک پہنچا دیا۔ اس وقت خدا نے انہیں ہلاکت سے نکالنے کے لئے ایک اور نعمت عطا فرمائی اور وہ نعمت بعثتِ مقدس انبیاء کرامؑ ہے۔

خدا نے انبیاءؑ کو اس مقصد کے تحت مبعوث فرمایا کہ وہ وحدتِ فطری جو لوگوں کے اندر تفرقہ، جھگڑے اور نزاع کی وجہ سے ختم ہوگئی تھی اس منتشر مخلوق کے اندر دوبارہ وحدت ایجاد اور قائم کریں۔ وحدت و اتحاد انبیاءؑ کا بڑا اعالی اور شامخ مقصد بعثت ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر رسول خاتمؐ تک سب کے سب انبیاءؑ انسانوں کے اندر وحدت و اتحاد برقرار کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اگر ہم اس نعمت سے ہزاروں فائدے اٹھائیں لیکن اس کام میں استعمال نہ کریں کہ جس کے لئے ہمیں یہ نعمت ملی ہے تو ہم نے اس نعمت کا شکر ادا نہیں کیا۔

جس طرح ہم دیگر چیزوں سے بہت سارے کام لیتے ہیں لیکن وہی کام

نہیں لیتے جس مقصد کے لئے وہ نعمتیں ہمیں دی گئی ہیں اسی طرح ہم اس نعمت سے اس کے مقصد کے سوا ہر کام لیتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم بارگاہ خدا میں پیغمبر اکرمؐ کو وسیلہ قرار دیں اور ان سے توسل کریں کیونکہ یہ بڑا محترم اور مقدس و مقرب وسیلہ ہے، اس وسیلے کو اللہ کی ذات رد نہیں کرتی اور پیغمبرؐ و آل پیغمبرؑ کا واسطہ دے کر ہم خداوند تبارک وتعالیٰ سے صحت، دولت، سلامتی، امنیت، اولاد گھر بنگلہ، کوٹھی اور پراپرٹی property مانگ لیں اور خدا ہمیں عنایت بھی کردے تو پھر بھی ہم نے نعمتِ نبوت کا شکر ادا نہیں کیا ہے، اس لئے کہ قرآن فرماتا ہے کہ جس مقصد کے لئے ہم نے نبی مبعوث فرمایا تھا اس مقصد میں تم نے استفادہ نہیں کیا۔ اس نعمت کا شکر اس وقت ادا ہوسکتا ہے کہ جب انسان پیغمبر اکرمؐ، قرآن، آل پیغمبرؑ اور دین و مذہب کے نام پر آپس میں مل بیٹھیں۔ درحقیقت یہ مل بیٹھنا شکرِ نبوت ہے ورنہ اگر تفرقہ کیا، دوریاں اختیار کیں اور لڑائی جھگڑے کئے تو یہ کفرانِ نعمت نبوت ہے۔

☆☆☆

اقوال صادق آل محمد امام جعفر صادق علیہ السلام

☆ایک شخص نے امامؑ سے درخواست کی: مجھے ایسا عمل سکھائیں جو میری دنیا اور آخرت کی بھلائی کے کام آئے اور مختصر بھی ہو؛ امامؑ نے فرمایا: جھوٹ مت بولو۔

☆آپؑ سے پوچھا گیا کہ خدا نے سود خوری کو کیوں حرام کیا ہے؟ فرمایا: اس لئے کہ لوگ ایک دوسرے کو عطا و بخشش سے منع نہ کریں۔

اگر کوئی شخص میرے پاس آکر ضرورتمندی کا اظہار کرے تو میں اس کی حاجت فوری طور پر برآوردہ کرتا ہوں ایسا نہ ہو کہ میرے اقدام سے پہلے ہی اس کی ضرورت پوری ہوجائے یا سمجھا جائے کہ میں نے اس کی حاجت تاخیر سے پوری کی ہے۔

''تبیان'' کے مقالہ جات کے مندرجات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔